رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۷

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

بیشک خدا کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جبتک کہ وہ قوم اپنی حالت نہ بدلے

شرح قیمت جو پیشگی

حال میں پیشگی لی جائیگی

سالانہ عہ

ششماہی عہ

ہندوستان سے باہر ے

غیر مذاہب / غیر مستطیع / احباب سے ۱۲ ار

الحکم

ایڈیٹر

شیخ یعقوب علی تراب احمدی

چہ گویم باتو گر آئی بہ دار قادیاں بینی

دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

جلد ۱۶ | قادیان دار الامان - ۱۴ مئی - سنہ ۱۹۱۲ء | نمبر ۱۷

Digitized by Khilafat Library

قرآن کریم کی تلاوت انسان کی سعادت ہے

بالکل سچ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت مومن کی سعادت ہے۔ اور ہر مسلمان ضروری سمجھتا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کرے۔ مگر اس میں بھی کلام نہیں کہ

تلاوت کی اصلی غرض عمل ہے۔

اور اعتقادی قوتوں کا نشو ونما اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک انسان قرآن مجید کے مطالب اور مفہوم سے آگاہی حاصل نہ کرے۔ اور یہ آگاہی

قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر سے ہوتی ہے

اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ترجمۃ القرآن کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ اور اس میں بامحاورہ ترجمہ کے علاوہ حاشیہ میں تفسیری نوٹ دیئے گئے ہیں۔ اور اس ترجمہ اور نوٹس کی

خصوصیت یہ ہے کہ قرآن مجید کی حقانیت اور عظمت اور اعجازی قوت کو ظاہر کیا جاوے

یہ ترجمہ اور تفسیری نوٹ زمانہ کی موجودہ ضرورت اور مخالفین اسلام کے موجودہ اعتراضات کو مدنظر رکھ کر لکھے گئے ہیں

عاشق قرآن کریم حضرت مولانا مولوی حافظ نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی

کے درس سے بڑے بڑے نوٹوں اور آپکی تحریروں اور ملفوظات اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں اور ملفوظات اور دیگر بزرگان ملت کے ملفوظات سے جمع کئے گئے ہیں۔ ان کو کیا آپنے ابتک نہیں پڑھا۔ اگر نہیں تو ضرور پڑھیں۔ اس میں نور ہدایت اور شفا ہے۔

ہدیہ فی پارہ

ایک روپیہ

نوٹ آٹھ پارے طیار ہیں۔ آٹھوں کے اکٹھے خریدار سے مبلغ آٹھ روپے لئے جاوینگے۔ نہ محصولڈاک

دفتر الحکم قادیان دار الامان سے طلب کرو۔

مطبع انوار احمدیہ قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی صاحب تراب احمدی مالک و ایڈیٹر و پبلشر چھپکر شائع ہوا

اور کیا گیا ہے

کیا اسلام غیر قوموں کے سامنے پیش کیا جا سکتا ہے؟

ایک ہی امتیازی نشان اسلام کا ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ کی برکات کا دروازہ ابد تک کھلا ہے ورنہ خالی قصے کسی مذہب کی سچائی ثابت نہیں کر سکتے۔ اس اصول کو چھوڑ کر نہ توحید ہی ثابت ہوتی ہے نہ رسالت۔ اسلام کی توحید کو پھر کیا فضیلت رہی۔ یہودی بھی خدا کو وحدہٗ لاشریک مانتے ہیں اور برہمو وغیرہ بھی۔ رسالت کا ثبوت اس لئے نہیں رہتا کہ رسالت کی غرض تو یہ تھی کہ رسالت کے چراغ سے دوسرے لوگ بھی اپنے چراغوں کو روشن کرینگے اگر وہ نور جو نبی تک پہنچتا ہے اس کا کوئی حصہ اس کی اُمت کو نہیں پہنچتا تو اس کی تعلیم سے کیا فائدہ اور اس کی رسالت کس طرح ثابت ہوگی۔ یہی ایک امتیازی نشان اسلام کا ہے اسکو چھوڑ کر اسلام کو پیش کرنا عبث ہے۔"

غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ اسوہ ہمارے سامنے ہے اور خود اعلیٰحضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کبھی پسند نہیں کرتے کہ تبلیغ سلسلہ میں سلسلہ کے اصولوں کو پیش نکیا جاوے۔ پس اس راہ کو جو ہمارے لئے پہلے کبھی بفید نہیں ہوئی اور نہ وہ منصوص اور معمول بہ ہے چھوڑنا چاہیے (حضرت صاحبزادہ صاحب نے پسند کیا کہ وہ خصوصیات سلسلہ پر تقریر کریں۔ اس اعلان سے یہ بھی غرض تھی کہ آنیوالے وہی لوگ ہونگے جو ہمارے سلسلہ کے متعلق واقفیت پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اور وہ اس مطلب کے لئے طیار ہو کر آئینگے۔ **کہ انھوں نے کیا سننا ہے۔**

حضرت صاحبزادہ صاحب کے منظور فرمانے کے بعد دوسرا سوال اعلان کا تھا پبلک جلسوں کے لئے بعض وقت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ غیر احمدیوں کی طرف سے ہوں مگر حضرت صاحبزادہ صاحب احمدی قوم کی پوزیشن کو قائم کرنا چاہتے ہیں اور وہ نہیں پسند کرتے کہ وہ دوسروں میں مدغم اور منفم ہو جاویں۔ پس اس جلسہ کے اعلان کو سید قربان حسین صاحب وجو وہاں کی جماعت کے سکرٹری قرار پائے ہیں) کی طرف سے دینا تجویز ہوا۔ اور ۱۸ اپریل کو جس کی شام کو لیکچر ہونا تھا۔ ۱۰ بجے کے قریب اعلان ہوسکا وہاں کی جماعت نے نہایت مستعدی سے اس اعلان کو بقدر اپنی ہمت کے شایع کیا۔ اس میں یہ بھی لکھا گیا تھا کہ اگر کسی شخص کو کچھ دریافت کرنا ہو تو وہ ظہر اور عصر کے مابین دریافت کر سکتے ہیں چنانچہ

مختصر مناظرہ ظہر اور عصر کے درمیان مدرسہ جامع العلوم کے طلباء جمع ہو کر آئے اور حضرت مسیح موعود کے اس نشان پر کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں دفن ہوگا گفتگو کرتے رہے) ان لوگوں نے ایک اعلان غلط واقعات کی بناء پر شایع کیا ہے اس کا جواب عنقریب انشاء اللہ دیا جاویگا۔ اور یہ تفصیلی واقعات سفرنامہ میں ہونگے۔

لیکچر گاہ اور لیکچر (لیکچر کے لئے طلاق محل کا میدان تجویز کیا گیا تھا جو ہماری قیامگاہ کے پاس ہی تھا) شہر کے کسی معزز اور مقتدر انسان کو پریسیڈنٹ بنانا ہم نے پسند نہیں کیا کیونکہ یہ نہایت نامناسب امر ہے کہ ایک احمدی لیکچرار کے وقت غیر احمدی صدر مجلس ہو (صاحبزادہ صاحب کی طبیعت بہت ناساز تھی اور ہم سب اور وہ خود بھی مطمئن نہ تھے کہ تقریر کر سکینگے بعد مغرب لوگوں کا ہجوم ہوا اور کوئی بارہ سو کے قریب شرفاء کا مجمع ہوگیا۔ سب کے بیٹھنے کے لئے فرش ہی تجویز کیا گیا تھا۔ کرسیوں اور بنچوں کا انتظام ہماری طاقت سے باہر تھا اور نمائشی قسم کے تکلفات میں پڑنا ہم نے پسند کیا۔

پہلے مولوی عبد الحی صاحب عرب نے قرآن مجید میں سے سورۃ حم سجدہ کی تلاوت کی اور پھر حافظ روشن علی صاحب نے مختصر سی تقریر کی بالآخر حضرت صاحبزادہ صاحب اٹھے ان کی غرض تو اس وقت اتنی ہی تھی کہ وہ اپنی علالت کا عذر کر دینگے مگر کھڑے ہونے کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کی تائید اور نصرت کی اور ایک جدید اور اچھوتا طریق دعوت حق کا آپکے دل میں ڈالا کہ تمام سننے والے مسحور ہوگئے۔ باوجودیکہ ان کے مالوف عقائد کی کمزوریاں نہایت جوش کے ساتھ بیان کی گئیں اور ان کی شناعت کو کھول کھول کر بتایا گیا مگر اس وقت ان کی حالت ایسی تھی کہ وہ نہایت توجہ کے ساتھ سے سُن رہے تھے۔ یہ کہنا کہ اس لیکچر کا اثر کیا ہوا؟ میرے قلم کے اظہار سے باہر ہے دیکھنے والے جانتے ہیں دو گھنٹہ تک تقریر ہوئی اور تقریر کے ختم ہونے کے بعد لوگوں کا ایک اژدہام صاحبزادہ صاحب کی طرف جھکا اور وہ نثار ہوتے اور ہاتھ چومتے تھے اور متعدد درخواستیں ہو رہی تھیں کہ ابھی اسپر اور بیان کیا جاوے۔ اور کچھ روز قیام ہو مگر صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ **اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہی ڈالا ہے کہ اب میں یہاں سے روانہ ہو جاؤں۔**

دوسرے روز جبکہ ہم ایک تاجر کتب سے ملنے کو جا رہے تھے تو شہر کے بعض عمائد نے خواہش کی کہ آپ قیام کریں اور لیکچر دیں مگر وقت نہ تھا۔ غرض یہ لیکچر نہایت کامیابی اور خدا کے فضل سے نہایت پاک تاثیروں کے ساتھ ہوا۔ اور اس طرح پر ہم کانپور میں تبلیغ کرنے کے بعد **شاہجہانپور** کو روانہ ہوئے۔ جہاں کی جماعت نے متعدد خطوط بھیجکر درخواست کی تھی کہ خواہ تھوڑی دیر کے لئے ہو۔ حضرت صاحبزادہ صاحب وہاں قیام کریں اس تحریر کے وقت تک جو خطوط کانپور سے آئے ہیں وہ نہایت حوصلہ افزا اور تسلی بخش ہیں اور اللہ کے فضل سے ہم اُمیدوار ہیں کہ یہ **تبلیغ** اپنا اثر پیدا کریگی وباللہ التوفیق ؎

شاہجہانپور ۱۹ اپریل کو شام کے چار بجے کے قریب لکھنؤ ہوتے ہوئے پنجاب میل میں شاہجہانپور روانہ ہوئے لکھنؤ سٹیشن پر مرزا کبیر الدین احمد صاحب اور منشی نذیر الدین

صاحب سپلائی ایجنٹ گاڑی کی روانگی تک ہمارے پاس رہے - ۱۰ بجے کے قریب ہم لوگ شاہجہانپور پہنچے ریلوے سٹیشن پر کل جماعت موجود تھی جو نہایت محبت اور خلوص سے ملی۔ اور ہم سب کو حافظ مختار احمد صاحب مختار شاہجہانپوری کے مکان پر ٹھہرایا گیا - ان کی ہی تحریک پر حافظ روشن علی صاحب نے ایک مختصر سی تقریر اسی وقت قبل نماز عشا فرمائی اور دوسرے روز صبح کو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے ایک دل کو ہلا دینے والی تقریر فرمائی - ۱۰ بجے کے قریب ۲۰ - اپریل کو ہم روانہ **رامپور** ہوئے - شاہجہانپور میں مولوی سراج الدین صاحب خانپوری جو بریلی میں تجارت چرم کرتے ہیں - حضرت صاحبزادہ صاحب کی خبر سنکر آپہنچے - اور نہایت اخلاص اور درد آمیز لہجہ میں اُنھوں نے بعض نعتیں اور حضرت صاحب کی نظم پڑھی - وہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی تقریر سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اُنھوں نے

بلیں روپے اس تقریر کی اشاعت

کے لئے دینے کا وعدہ کیا اور ۵ مجھے دے بھی دیئے - یہ تقریر فی الحقیقت عجیب و غریب معارف کا مجموعہ ہے - اور اس قابل ہے کہ کثرت سے اس کو شائع کیا جاوے - اللہ تعالیٰ دوسرے احباب کو بھی توفیق دے تو اس کارِ خیر میں شریک ہو جائیں

شاہجہانپور کا ذکر نا مکمل ہوگا اگر میں یہ بیان نہ کروں کہ شاہجہانپور کی جماعت نے اخلاص اور محبت سے ہماری مہمانداری کی اور ہر شخص ان میں سے اپنے صدق و وفا کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے حافظ مختار احمد صاحب کے والد ماجد ایک قابل قدر وجود ہیں جو علوم عربیہ کی پوری تحصیل کئے ہوئے ہیں ان کا حافظہ ایک بے نظیر حافظہ ہے کوئی کتاب ایکمرتبہ پڑھ کر اس کے مضامین کو اور صفحوں کے صفحوں کو یاد رکھ سکتے ہیں عربی زبان میں تحریر کرنے پر قادر ہیں اور اس کے علاوہ آریوں اور دوسرے مذاہب کے اصولوں سے خوب واقف ہیں - نہایت سادہ زندگی بسر کرتے اور زہد و ریاضت کا ایک نمونہ ہیں - ایسے قابل قدر **وجود** خدا کی ایک نعمت ہوتے ہیں - ارادہ کیا ہے کہ ان ہزاروں صفحات میں سے جو اُنھوں نے قلمبند کئے ہیں بعض مستقل مضامین شائع کر سکوں - و باللہ التوفیق

رامپور شاہجہانپور سے ہم رامپور پہنچے - برادرم **ذوالفقار** سٹیشن پر آملے اور دو دن اُنھوں نے نہایت محبت سے مہمان رکھا رامپور کا مدرسہ عالیہ دیکھا - جس پر ریاست کا ایک ہزار روپیہ سے زائد خرچ ہوتا ہے اور مولوی عبید اللہ صاحب بسمل باوجود علالت ہمارے پاس رہے - اور مراد آباد تک چھوڑنے آئے - مولوی سید محمد شاہ صاحب محدث نے بعض احادیث کے متعلق مختصر سی گفتگو ہوئی ابوطیب عرب صاحب سے تعلیمی امور میں مشورہ لیا اور وہ سوالات جو علماء سے ہم نے دوسری جگہ پوچھے تھے ان سے پوچھے - اُنھوں نے اپنی سمجھ کے موافق جواب دیا -

امروہہ ۲۲ اپریل کو وہاں سے روانہ ہو کر امروہہ پہنچے - سٹیشن پر وہاں کی جماعت موجود تھی حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی کے لئے تو یہ دن عید سے کم نہ تھا **جوش محبت** اور خوشی میں ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے - اُنھوں نے مہمان نوازی میں کمال کر دیا اس قسم کا اکرام ضیف صفات انبیا میں داخل ہے - حضرت فاضل امروہی صاحبزادہ صاحب کے لئے خاص ادب دل میں رکھتے ہیں باوجودیکہ صاحبزادہ صاحب اور ہم سب اس لحاظ سے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخص مخلص احباب میں سے ہیں اور جو قربانی سلسلہ کے لئے اُنھوں نے کی ہے وہ بینظیر ہے - اور جو خدمات اُنھوں نے سلسلہ کی کی ہیں ان کی جزا اللہ تعالیٰ کے سوا ادا نہیں ہو سکتی ان کا جائز احترام کرتے مگر وہ اپنی محبت اور اخلاص میں بہت بڑھے ہوئے تھے اُنھوں نے چند روز قبل رویا میں دیکھا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام لباس ابراہیم میں آپ کے گھر آئے ہیں - اس کی تعبیر پر آپ نے صاحبزادہ صاحب کی آمد سے کی - اور ابراہیمی شان سے حق مہمانی ادا کیا - دوسرے دن آپ کے مکان پر ایک مختصر سا جلسہ ہوا جس میں بعض غیر احمدی بھی شامل تھے - صاحبزادہ صاحب نے ایک **تقریر فرمائی**

امروہہ میں آجکل طاعون کی وجہ سے بعض خاص نشانات ظاہر ہو چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ہماری جماعت کو وہاں محفوظ رکھا ولله الحمد غرض جسقدر عرصہ ہم امروہہ میں رہے نہایت ہی محبت و اخلاص کے ساتھ سلسلہ کی تبلیغ کا ذکر رہا - آخر مولوی صاحب نے بادیدہ گریاں ہم کو اجازت دی اور ہماری درخواست پر **اپنا پیارا بچہ مدرسہ احمدیہ کیلئے عطا فرمایا**

دہلی ۲۳ اپریل ۱۹۱۲ء کو ہم دہلی پہنچے اور ۲۵ تک دہلی میں رہکر وہاں کے مدرسہ حسین بخش عبد الرب امینیہ اور فتح پوری کو دیکھا -

دہلی میں حضرت صاحبزادہ صاحب اور حافظ روشن علی صاحب کی طبیعت ناساز رہی - ان مدارس میں سب سے ردی حالت مدرسہ حسین بخش کی ہے - مدرسین اخلاق سے بے بہرہ محض پائے اور جو کچھ حالات ہیں وہ دوسرے موقعہ پر درج ہوگی انشاء اللہ العزیز

دیوبند دہلی سے ۲۵ کو روانہ ہو کر رات کے آٹھ بجے دیوبند پہنچے - اور سرائے میں قیام کیا ۲۶ کو جمعہ تھا -

دیوبند میں جمعیۃ الانصار کے ناظم مولوی عبید اللہ صاحب کے ذریعہ وہاں کے مہتمم صاحب اور دوسرے بزرگوں سے ملنے کا موقعہ ملا اور ان بزرگوں نے مدرسہ عالیہ دیوبند کے ملاحظہ کا ہمیں موقعہ دیا اور مدرسہ کے متعلق تمام ضروری امور سے واقفیت بہم پہنچائی - جملہ مدرسین میں مولوی بشیر احمد صاحب جیسے خوش اخلاق اور وسیع الحوصلہ مدرس ہیں وہاں بعض ایسے بزرگ ہیں جو اپنے جوش تعصب کی وجہ سے ہمارے مخدوم مکرم مولوی سید سرور شاہ

صاحب کو قتل کی دہمکی دینے سے باز نہ رہے۔ بہر حال مدرسہ دیوبند کے ناظمین مدرسہ کی ضرورت زمانہ کے ماتحت اصلاحی نظام پر چلانے کی کوشش کر رہے ہیں اور اس میں کچھ شک نہیں کہ دیوبند کے مدرسہ میں ایک **اسلامی مدرسہ** کی شان نمودار ہے۔ یہاں کے علماء سے ہمیں تبادلہ خیالات اور استفادہ کا موقعہ نہیں ملا تاہم ناظم صاحب مدرسہ جو مولوی محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ ہیں بہت اخلاق اور مروت سے پیش آئے جو انکو منظر تار ملا ہے۔ ایسے بزرگوں کی دعائیں مدرسہ کے حق میں بابرکت ہوتی ہیں۔ مدرسہ دیوبند کی خصوصیات وغیرہ پر تو سفرنامہ میں ذکر ہوگا یہاں اس امر کا اظہار ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مدرسہ دیوبند کوشش کر رہا ہے کہ انگریزی خوانوں میں دینیات اور علوم **عربیہ** کا مذاق پیدا کرے۔ دو تین گریجویٹ اور انڈر گریجویٹ تعلیم پا رہے ہیں اور وہ نہایت ذہین و زکی ہیں۔ مولوی عبید اللہ صاحب ایک خاص دل و دماغ کے بزرگ ہیں جو اسی مدرسہ کے فرزند ہیں مدرسہ کی بہتری کے لئے ایک خاص جوش ہے اور وہ رات دن اس کام میں لگے ہوئے ہیں۔

ایک غلط فہمی

گذشتہ ایام میں دیوبند میں ہندو مسلمانوں میں فساد ہوگیا تھا جس کے متعلق مقدمات کا سلسلہ جاری ہے اور غالباً دیوبند میں **تعزیری** پولیس بٹھائی جانیوالی ہے اس فساد میں دیوبند کے مدرسہ کے طلباء کی شمولیت کا شبہ بھی کیا گیا ہے یہ کوشش برادران وطن کی [illegible] اور ایک مذہبی درسگاہ پر رکیک حملہ ہے۔ مدرسہ دیوبند اس قسم کی شرارتوں میں حصہ نہیں لے سکتا۔ اور اس کے ناظم جو مدرسہ کی شہرت اور عزت کو قائم رکھنا اپنا فرض سمجھتے ہیں وہ کبھی طلباء کو اس قسم کی شورہ پشتیوں میں حصہ نہیں لینے دیتے۔ یہ صرف اسی مدرسہ کو بدنام کرنے کی کوشش ہے میری سمجھ میں کل مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس غلط فہمی کا شکار ہونے سے مدرسہ کو بچانے کی متفق کوشش کریں۔

دیوبند میں احمدی

ہمیں یہ دیکھ کر بے اختیار اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کو جی چاہا کہ ہر جگہ احمدی سلسلہ نے خدا کے فضل سے اپنی جگہ نکالی ہے۔ دیوبند جو ہمارے مخالفین کا ایک طرح پر مرکز ہے وہاں بھی خدا تعالیٰ نے بعض ایسے قلوب پیدا کر دئیے ہیں جو اسی سلسلہ کے عاشق و خادم ہیں۔ ان میں سے میاں فقیر محمد صاحب ایک نہایت مخلص نوجوان ہے۔ بظاہر ایک غریب مگر دل کا دولتمند ہے۔ اس نے سلسلہ عالیہ کو دعاؤں کی قبولیت کے نشان سے شناخت کیا۔

دیوبند سے سہارنپور

دیوبند سے روانہ ہوکر ہم سہارنپور پہنچے اور برادرم عبد العزیز صاحب الہلم کے مکان پر ٹھہرے۔ اسی روز بعد عصر جامع مسجد کو دیکھا جو ایک شاندار اسلامی عمارت ہے۔ دوسرے روز مدرسہ مظاہر العلوم کا معائنہ کیا مدرسہ مظاہر العلوم کا ایک شاندار بورڈنگ زیر تعمیر ہے۔ جس میں ۸۸ کمرے زیر تعمیر ہیں جن میں سے ایک خاصہ حصہ تیار ہو چکا ہے۔ مولوی عنایت الٰہی صاحب مہتمم مدرسہ ایک خوش اخلاق بزرگ ہیں جو سارے معائنہ میں ہمارے ساتھ رہے۔ اتفاق سے برادرم حافظ عبد المجید صاحب منصوری سے آئے ہوئے تھے انہوں نے ایک چھوٹے پیمانہ پر دعوت پارٹی دی۔ جس میں مولوی عنایت الٰہی صاحب بھی ہمارے ساتھ شریک ہوئے۔ مدرسہ مظاہر العلوم کا کتبخانہ بھی بڑا کتبخانہ ہے جس میں **براہین احمدیہ** اور **الہدیٰ** بھی موجود ہیں کتبخانہ میں مدرسہ کا ایک **عجیب فوٹو** بھی ہوگا جو ہے۔ جو نہایت خوبصورتی سے لیا گیا ہے۔ اس سے علماء سہارنپور کی وسعت خیال کا پتہ ملتا ہے۔

مسجد کے زیر سایہ خرابات چاہیئے

سہارنپور میں اس کا خصوصیت سے ثبوت ملا کوئی مسجد ایسی ہماری دیکھنے میں نہیں آئی جس کے گرد و پیش بازاری عورتوں کے اڈے نہوں۔ سہارنپور کے مسلمانوں کو اسطرف توجہ کرنی چاہیئے۔ اور ان بازاری عورتوں کو ان مقامات سے اٹھا دینا چاہیئے۔

واپسی

سہارنپور سے ۲۸ کی شام کو ہر دوار پسنجر میں عازم دارالامان ہوا اور خدا کے فضل و کرم سے ۲۹ کو اپنے آقا و مخدوم **امام** کے حضور قبل ظہر پہنچ گئے حضرت اکرم نہایت خوشی اور سرور سے ملے۔ اور ہر طرح شفقت و محبت کا اظہار فرمایا۔ ان ساعات کو وقف کی خاص دعوت کی ان **دعاؤں** کا تو نہ شمار اور نہ حساب جو آپ نے اپنے خادموں کے لئے کیں آپ کی شفقت کا ایک مختصر سا نمونہ اگر میں ظاہر کروں تو یہ مضمون ناقص سا رہجائیگا + اتفاق سے کئی روز تک آپ کے پاس **وفد** کا کوئی خط نہیں پہنچا گو سلوک ہم روزانہ اطلاع دیتے تھے آپ اسقدر فکر و تشویش سنگیر ہوا کہ آپ نے ایک خاص آدمی (برادرم مکرم چودھری فتح محمد صاحب بی۔ اے) کو دریافت حالات کے لئے روانہ کیا اور اس سے پہلے ایک تار دیا تھا جس کا کوئی جواب نہ ملا (کیونکہ وہ تار ہمیں ملا ہی نہیں) تو فوراً انھیں روانہ کیا گیا اور چودھری صاحب یلغار کرتے ہوئے دہلی جا کر ملے۔ حضرت امام کی اس شفقت اور محبت کو دیکھ کر ہماری جو حالت ہوتی ہے اسکے بیان کی قلم میں طاقت نہیں بجز اس کے کہ صدق دل سے "ایسے محسن کی ترقی عمر و درجات کے لئے دعا کریں"

اللہ تعالیٰ کا شکر کہ اس نے ایسا محسن اور ہمدرد دل رکھنے والا امام ہمکو دیا ولتہ الحمد

اسی سلسلہ میں حضرت امیر الضعفاء حضرت میر ناصر نواب صاحب قبلہ نے ایک دعوت دی جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ یہ ہمارا مختصر سا سفرنامہ اس کی تفصیلات کے لئے آپ منتظر رہیں اور

سفرنامہ محمود

الحمد للہ والمنۃ جو ولد اسلامی مدارس کے معائنہ کے لئے گیا تھا وہ ۲۹-اپریل ۱۹۱۲ء کو دارالامان پہنچگیا اس سفر سے واپس آکر میری طبیعت اچھی نہیں رہی سفر میں بھی عموماً طبیعت خراب رہی اس وقت تک بھی بعض شکائتیں ہیں تاہم سفرنامہ کا مختصر سا خاکہ اس اخبار میں شائع کر دیا گیا ہے اور تفصیلی حالات انشاء اللہ العزیز سفرنامہ میں لکھونگا جیساکہ الحکم کی گذشتہ اشاعت میں لکھا گیا تھا کہ کٹائی فصل کی وجہ سے مزدور نہیں ملتے اس وقت تک وہ شکایت کم و بیش باقی ہے۔ کیونکہ جب تک اناج گھروں میں نہ آجاوے۔ مزدوری پیشہ لوگ مصروف رہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اخبار میں توقف ہوا کوشش کی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان روکوں کو درمیان سے اٹھا دے جو الحکم کی اشاعت پر بعض اوقات موثر ہوتی ہیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کی تحریک اعانت پر میں نے سرپرستان الحکم کو ایک سرکلر لیٹر کے ذریعہ توجہ دلائی ہے۔ اور خدا کے فضل سے امید کی جاتی ہے کہ وہ توجہ کرینگے میری غیر حاضری کی وجہ سے جن احباب کے ارشادات کی تعمیل نہوئی ہو یا صحیح طور پر تعمیل نہوئی ہو وہ اس فروگذاشت کے لئے مجھے معذور سمجھیں والسلام

خاکسار یعقوب علی تراب احمدی
ایڈیٹر الحکم

اطلاع

خریداران الحکم اپنی ذمگی بقایا اور سال رواں کی قیمت بھیجکر شکر گذاری کا موقعہ دیں مطبع سے جو وی پی بھیجے جا رہے ہیں انھیں وصول کریں اس وقت مطبع میں روپیہ کی سخت ضرورت ہے۔ (خاکسار ایڈیٹر)

سفرنامہ محمود سلمہ الودود

الحکم میں "ایک دینی سفر" کے عنوان سے اس سفر کے مسلسل حالات شروع کئے گئے تھے۔ جو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے مع مولوی سید سرور شاہ صاحب مولوی قاضی سید امیر حسین صاحب و مولوی حافظ روشن علی صاحب اور مولوی سید عبدالحی عرب صاحب و خاکسار راقم ہندوستان کی اسلامی تعلیم گاہوں کے طریقہ تعلیم اور نصاب تعلیم وغیرہ امور کو دیکھنے کی غرض سے ۴ اپریل کو شروع کیا تھا۔ میرا اپنا خیال یہی تھا کہ اس سفر کے کل حالات الحکم میں شائع کر دئے جاویں لیکن سفر کے خاتمہ تک اسقدر مجموعہ امور قابل اندراج کا جمع ہو گیا۔ کہ انکو الحکم میں شائع کرنا مشکل معلوم ہونے لگا۔ علاوہ بریں کل حالات کے شائع ہونے کے لئے ناظرین کو عرصہ دراز تک انتظار کرنا ضروری ہوتا۔ باوجود اس کے بھی میری یہی رائے تھی کہ میں اس سفرنامہ کو اخبار ہی کے ذریعہ شائع کرتا۔ مگر بعض مخلص دوستوں نے مجبور کیا کہ اس سفرنامہ کو ایک کتاب کی شکل میں شائع کرنا چاہیے۔ تاکہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو یہ زیادہ مفید اور موثر ہو سکے۔ اس لئے مجھے اپنے مخلص احباب کے مشورہ پر کاربند ہونا پڑا۔ آئندہ یہ سفرنامہ الحکم کے ذریعہ شائع نہ ہوگا۔ مگر انشاء اللہ العزیز ایک سفرنامہ کی صورت میں جلد سے جلد شائع کرنے کی کوشش کی جاویگی۔ اس سفرنامہ میں جہاں ہندوستان کے مشہور اسلامی مدارس کے حالات پر روشنی ڈالی جائیگی وہاں حتی الوسع ان شہروں کے مسلمانوں کی عام حالت پر بھی ایک تنقیدی نظر ہو گی جہاں جہاں یہ اسلامی مدارس واقع ہیں اور اسی ضمن میں ان کو بھی انشاء اللہ العزیز بیان کرنے کی کوشش کی جائیگی جو ان شہروں اور علاقوں میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ کے لئے ضروری ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ سفر محض اسلامی تعلیم گاہوں کے معائنہ کے لئے کیا گیا تھا۔ مگر خدا تعالیٰ کے محض فضل سے میں نے آنکھ بند کر کے نہیں بلکہ کھلی آنکھوں سے کیا ہے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے مختلف مقامات پر جو پبلک تقریریں کی ہیں وہ سب کی سب اس میں انشاء اللہ العزیز درج ہونگی۔ اور مختلف علماء سے جو مکالمے ہمکو کرنے پڑے ہیں ان کو بھی اس سفرنامہ میں درج کر دیا جاویگا۔ چونکہ اس سفرنامہ کے بشکل کتاب شائع ہونے میں بھی ایک وقت لگیگا اس لئے یہ ضروری ہوا کہ اجمالی طور پر اس سفر کے ضروری ضروری حالات آج کے اخبار میں شائع کر دئے جاویں و باللہ التوفیق (ایڈیٹر)

ہردوار گردکل کانگڑی کے مدرسہ اور کالج کو دیکھ کر واپسی پر ہم نے ہردوار میں اس مقام کو دیکھا جسکو ہر کی پوڑی کہتے ہیں۔ یہاں کا نظارہ جہاں ایک طرف ہندو قوم کی اس مذہبی ارادت کا مظہر ہے جو اسکو دریائے گنگا کے ساتھ ہے وہاں وہ ہندو قوم کی سوشل حالت کو آشکارا کرتا ہے کہ کس طرح اس قوم کی مستورات بلا لحاظ حیا و شرم سینکڑوں نہیں ہزاروں مردوں کے سامنے ننگے نہانے میں مضائقہ نہیں کرتیں۔ وہاں کے پنڈوں کی حالت بھی عجیب اور قابل غور ہے کہ ہندوؤں کی وہ مذہبی ارادت جو انھیں پنجاب و ہند کے مختلف قطاع سے کھینچکر وہاں لاتی ہے۔ وہاں کے رہنے والوں پر اس سے زیادہ موثر نہیں کہ انھیں اول درجہ کا ہوشیار دنیادار بنا دے۔ حقیقت میں بت پرستی اور وہم پرستی کے یہ کرشمے نئے اور انوکھے نہیں ہیں وہ قوم جو ایک دریا کو اپنی نجات کا ذریعہ اور ہمیشہ کے آرام کا وسیلہ قرار دیتی ہو اس کا اس طرح پنڈوں کے ہاتھوں منڈ جانا کچھ بھی تعجب خیز نہیں ہے۔ اس نظارہ کو عبرت اور دلچسپی سے دیکھتے ہوئے ہم لکھنؤ کو روانہ ہوئے اور ۵ اپریل سنہ ۱۹۱۲ء کو آٹھ

لکھنؤ بجے کے قریب ہم لکھنؤ پہنچ گئے۔ ہردوار سے ہم نے پنجاب میل کی بجائے ایک معمولی مسافر گاڑی میں پہلے ہی پہنچگئے۔ لکھنؤ کے سٹیشن پر ندوۃ العلماء کی کمیٹی استقبالیہ کیطرف سے دارالعلوم کے والنٹیرز موجود تھے۔ اور انھوں نے ہمارا اسباب نکلوا کر گاڑیوں میں رکھوا دیا لکھنؤ کے اسٹیشن پر اسی گاڑی سے ہمارے مکرم بھائی شیخ محمد تیمور صاحب ایم۔ اے۔ اسسٹنٹ پروفیسر علیگڈھ کالج بھی اترتے ہوئے مل گئے جنکو مل کر طبیعت میں خاص خوشی پیدا ہوئی۔ ندوہ کے والنٹیر صاحبان ہمکو گولہ گنج کے دارالعلوم میں لے آئے

کوئی امیر نہیں میں نے ندوۃ العلماء کے ان والنٹیرز صاحبان سے دریافت کیا کہ کیوں صاحب! آپ کا امیر کون ہے؟ تو انھوں نے بڑی بے تکلفی سے جواب دیا کہ ہم سب اپنی اپنی جگہ آفیسر اور امیر ہیں اور کسی خاص کو ہمارا امیر مقرر نہیں کیا گیا۔ یہ سنکر ہمارے قافلہ کو تعجب ہوا کہ وہ قوم جو دعویٰ کر کے اٹھی ہے کہ وہ اسلام کی علمی اور عملی اشاعت کریگی اسکی یہ حالت ہے کہ اسلام کے اس زبردست اصل کو جو اتحاد اور اتفاق کے شیرازہ کا دھاگا ہے ترک کر بیٹھی ہے۔ اور باوجود اس کے مسلمانوں کو کیسی ہی ایک مرکز کی ضرورت ہے اس افسوس کو پہلو میں لئے ہوئے ہم گولہ گنج کے دارالعلوم میں پہنچے جہاں مہمانوں کے عارضی قیام کا انتظام کیا گیا تھا۔

سید رشید رضا کی آمد میل ٹرین سے سید رشید رضا ایڈیٹر المنار لاہور سے آنیوالے تھے۔ ان کے استقبال کے لئے پہلے سے اعلان کیا گیا تھا ہمارے احباب بھی استقبال کے لئے سٹیشن پر موجود تھے مگر انھیں یہ دیکھ کر مایوسی ہوئی کہ ہم اس گاڑی سے نہ اترے۔ رشید رضا کے استقبال کے لئے لکھنؤ کی عام اسلامی پبلک موجود نہ تھی بہت ہی مختصر سا مجمع تھا جس میں زیادہ حصہ دارالعلوم کے طلباء کا تھا۔ شبلی صاحب نے

رشید رضا کی گاڑی کو دارالعلوم کے طلباء نے کھینچا یا یہ ایک

تماشا تھا جو ندوہ نے لکھنؤ میں دکھایا

شبلی ایک مورخ کی حیثیت سے اپنے آپ کو پیش کرتا ہے مگر شاید وہ اس قسم کے اعزاز اور تکریم کی مثال اسلامی تاریخ میں پیش نہ کر سکیگا۔ اسپر مفصل بحث انشاءاللہ سفرنامہ میں ہوگی۔

سید رشید رضا کو مسٹر ممتاز حسین صاحب بیرسٹرایٹ لا کے ایوان میں ٹھہرایا گیا۔ جو ایک وسیع اور پُرفضا جگہ ہے۔ اسی مقام پر سید عبدالحق صاحب حقی بغدادی کے ذریعہ ایڈیٹر الحکم کو سید رشید رضا سے انٹروڈیوس کی عزت حاصل ہوئی۔ سید عبدالحق صاحب حقی بغدادی کو ایڈیٹر الحکم اس دن سے جاننے کی عزت رکھتا ہے جبکہ وہ حافظ عبدالرحمن صاحب امرتسری سیاح بلاد اسلامیہ کے ساتھ امرتسر آکر ان کے مکان پر فروکش ہوئے تھے۔ بعد میں سید عبدالحق صاحب بمبئی میں امام مسجد کی حیثیت سے اپنے قابل قدر خطبوں کی وجہ سے ملاؤں میں بدنام ہوئے اور فتاوی کفر تک نوبت پہنچی۔ اس وقت بھی سید صاحب نے خاکسار ایڈیٹر الحکم کو یاد فرمایا تھا اور اب اس تجدید ملاقات سے وہ پرانی یاد تازہ ہوگئی۔

مسٹر ممتاز حسین صاحب سے ملاقات

اس موقعہ پر مینے ضروری سمجھا کہ مسٹر ممتاز حسین صاحب سکرٹری استقبالیہ کمیٹی سے ملاقات کروں چنانچہ میں نے ان سے ملکر اس خط و کتابت کے متعلق ذکر کیا جو ان سے قبل جلسہ کی تھی۔ مگر افسوس ہے وہ اس کے متعلق کوئی علم نہ رکھتے تھے۔ اور یہ تعجب انگیز بات تھی۔ اُنھوں نے یہ بھی فرمایا کہ وہ اس وقت اس قدر مصروف ہیں کہ ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کریں۔ کیونکہ سید رشید رضا کے قیام کے متعلق ٹھیک وقت پر انھیں بتایا گیا تھا کہ وہ ان کے ایوان میں ٹھہرائے جاوینگے۔ اس لئے انکی معروفیت اور نا واقفیت برمحل تھی۔

جمعہ کی نماز

جمعہ کی نماز کے لئے ایک عجیب تماشا ہوا۔ ندوۃ کے بعض ارکین دریافت کرتے پھرتے تھے کہ جمعہ کے لئے۔ کس مسجد میں نمازی کثرت سے جمع ہوتے ہیں۔ تاکہ سید رشید رضا کو وہاں لے چلیں۔ یہ سوال جسقدر عجیب تھا ویسا ہی افسوسناک تھا۔ گویا ان بزرگوں کو معلوم نہیں کہ **جمعہ کہاں ہوتا ہے؟**

اس وقت تک ہمارے دوستوں کو خبر ہو چکی تھی یہ حضرت صاحبزادہ صاحب نے ملکر فیصلہ کر چکے تھے کہ **امین آباد** پارک میں قاضی محمد اکرم صاحب کے مکان پر ہمارا جمعہ ہوگا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے جو قادیان میں بھی امام ہیں اور وہاں ہمارے امیر تھے نماز جمعہ پڑھائی۔ اور **لتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر** پر ایک مناسب خطبہ پڑھا نماز جمعہ سے فارغ ہو کر حضرت صاحبزادہ صاحب دارالعلوم کو واپس تشریف لے گئے۔ اور خاکسار مع سید عبدالحی عرب مولوی فاضل کے شبلی صاحب سے ملاقات کے لئے ان کے کمرہ میں چلا گیا۔ جو پاس ہی تھا۔

شبلی سے ملاقات

شبلی صاحب سے ملاقات کے وقت مولوی حبیب الرحمن صاحب شروانی رئیس بھیکن پور اور مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی بھی موجود تھے۔ میں مسٹر ممتاز حسین صاحب کے پاس ایک یادداشت بعض امور کے متعلق چھوڑ آیا تھا اس کے متعلق شبلی صاحب سے مختصر سی گفتگو ہوئی۔ یہ امور محض قیام داخلہ اجلاس وغیرہ کے متعلق تھے اس اثناء میں علماء کے داخلہ

داخلہ علماء بذریعہ ٹکٹ

اجلاس ندوۃ کے متعلق مزید گفتگو شروع ہوگئی۔ شبلی صاحب اور بعض دوسرے لوگ چاہتے تھے کہ علماء کو اعزازی ٹکٹ قیام و طعام کے دئے جاویں مگر نیو فیشن کے لوگ چاہتے تھے کہ نہیں علماء قیمت دیں اسپر میں نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ جنکو شبلی صاحب نے پسند کیا۔ اور دوسرے لوگوں نے بھی اس کی تائید کی۔

جو لوگ علماء کے ٹکٹ کے لینے کے حق میں تھے انھیں خیال تھا کہ یوں ہی برائے نام مولوی بعض کھانا کھانے کے لئے آجاتے ہیں اسی کے خلاف مجھے بولنا پڑا۔ کہ ایک طرف ندوہ علماء پیدا کرنا چاہتا ہے۔ دوسری طرف ان کو اس قدر گراتا ہے کہ ان کی حیثیت اس سے زیادہ نہیں قرار دیتا کہ وہ ندوۃ کے جلسہ پر چند وقتوں کی روٹی کے لئے جھوٹ بولتے ہیں۔ یہ کیسی **مضحکہ خیز** بات ہے اس مباحثہ نے اس وقت عجیب لطف پیدا کر دیا۔ اسی ضمن میں میں نے شبلی صاحب سے

ایک فتوی

ذکر کیا کہ کیسے تعجب کی بات ہے کہ یہاں ایک احمدی کا نکاح کسی غیر احمدی کی لڑکی سے ہونیوالا تھا مگر علماء نے اس میں رخنہ ڈالدیا اور عدم جواز نکاح کا فتویٰ دیا۔ شبلی صاحب نے فرمایا کہ مینے تو جواز کا فتویٰ دیا ہے اور دارالعلوم کے دوسرے علماء بھی دیدینگے۔ مینے کہا یہ غلط ہے کہ آپکے دارالعلوم کے دوسرے علماء اس کی تائید کریں۔ بلکہ انھوں نے انکار کر دیا ہے۔ مولوی ٹونکی صاحب کی طرف خطاب کرکے میں نے کہا کہ یہ بھی مفتی ہیں۔ آپ ان سے ہی فتوی لیں۔ اس پر ایک لطیف مذاکرہ ہمارے عقائد اور مسئلہ نبوت کے متعلق ہوا۔ کیونکہ مولوی عبداللہ ٹونکی نے یہ اعتراض کر دیا تھا۔ جسپر میں نے کہا کہ **مطلق نبوۃ** کا اجراء تو خود شبلی صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں۔

اس مختصر سے مذاکرہ کے بعد پھر ہم واپس اپنی فرودگاہ پر پہنچے۔ وہاں سے حضرت **امیر قافلہ** (صاحبزادہ صاحب سلمہ اللہ) کے ہمراہ دارالعلوم ندوۃ کی جدید عمارت میں جہاں جلسہ گاہ اور قیام گاہ۔ مہمانان قرار پایا تھا پہنچے۔ اور وہاں ہی فروکش ہوئے۔

دار العلوم کی جدید عمارت نہایت شاندار دریائے **گومتی** کے قریب بنائی گئی ہے جو ابھی نا مکمل حالت میں ہے۔ اس دار العلوم کے ساتھ **مسجد** جو اسلامی نشان ہے ابھی تک نہیں بنائی گئی۔ بعد میں شاید بنائی جاوے لیکن کیا اچھا ہوتا اگر دار العلوم کی عمارت کھڑی کرنے سے پہلے ایک مسجد تیار کیجاتی۔ مسجد کے نہونے کی وجہ سے اس جلسہ میں مہمانوں کو نماز کے لئے سخت تکلیف اور دِقت اُٹھانی پڑی۔ یہانتک کہ اذان کی آواز تک کسی کان میں نہ آئی۔ ہم نے بارہا توجہ دلائی تو ایک خیمہ میں نا مکمل سا انتظام کیا۔ اس کمی کو قریبا کُل مہمانوں نے بہت بری طرح محسوس کیا۔ اور گورکھپور کے مشہور پلیڈر اور مصنف تاریخ اسلام نے نہایت زور کے ساتھ اس فروگذاشت پر اپنے مضمون میں ریمارک کئے ہیں

خیموں کے ذریعہ عارضی دار الشفا۔ انکوائری آفس ڈیوٹی شاپ بنائے گئے تھے اور جلسہ کے لئے دار العلوم کا ہال تجویز کیا گیا تھا جسکو شامیانے کی عارضی چھتوں سے مسقف کر کے خوب آراستہ کر دیا گیا تھا کھانے کا انتظام پہلے دن سخت قابل افسوس تھا۔ دوسرے دن ہم نے اپنے کھانیکا انتظام شہر میں کر لیا۔ مگر بعد میں ناظمان جلسہ کے **بیحد اصرار** اور الحاح پر وہیں رکھا۔ اسوقت انتظام طعام میں اصلاح بھی ہوگئی۔

داخلہ اجلاس جلسوں میں شمولیت کے لئے داخلہ کے ٹکٹ تھے جو ممبروں کو پانچ روپے اور وزیٹروں کو دو روپے ادا کرنے پر ملتے تھے۔ یہ طریق نہایت بیہودہ اور قابل اعتراض ہے اس سے بہتر ہے کہ جلسہ میں چندہ کی عام اپیل ہو جو زیادہ مفید ہو سکتی ہے۔ علماء اور ایڈیٹران اخبار کے لئے اعزازی ٹکٹ تھے مگر ہم سب کو ٹکٹ خریدنے پڑے۔ چنانچہ للعہ ندوہ کے ٹکٹ گھر میں داخل کر کے ٹکٹ لئے۔

ڈبل بد انتظامی شبلی صاحب نے مجھے کہا تھا کہ آپ لوگوں کو ٹکٹ خریدنے نہیں چاہئیں۔ آپ کے پاس جلسہ سے قبل ٹکٹ پہنچ جاوینگے۔ اور مسٹر ممتاز حسین صاحب بیرسٹر نے لکھا تھا کہ ایڈیٹران اخبار کے لئے اعزازی ٹکٹ آپکے پاس پہنچینگے مگر نہ شبلی صاحب کو یاد رہا اور نہ مسٹر ممتاز حسین کو۔ جب ہم نے ٹکٹوں کی قیمت داخل کر دی تو ابو الکلام **آزاد** صاحب نے معذرت ظاہر کی اور کہا کہ آپ کو قیمت واپس دیجائیگی۔ اور آپکو لینی ہوگی۔ میں نے کہا یہ ہم نہیں کرینگے اور نہ اسکی ضرورت ہے۔ باوجود ان باتوں کے مسٹر ممتاز حسین صاحب کے دفتر سے میری غیر حاضری میں ایک

وی پی ٹکٹوں کا پہنچا

جو قادیان کے دفتر الحکم میں وصول کر لیا گیا گویا دوہری **قیمت وصول** کی۔ شبلی صاحب کو اس بد انتظامی کی اطلاع دی گئی۔ ان امور کی تفصیل اور وہ ساری خط وکتابت سفرنامہ میں انشاء اللہ ہوگی +

جلسہ کا آغاز ۶ را پریل سنہ ۱۹۱۲ء سے جلسہ کا آغاز تھا اور ساڑھے آٹھ بجے سے ۱۱ بجے تک پہلا اجلاس قرار پایا تھا۔ مگر ناظم ندوہ مولوی عبد الحی صاحب ۹ بجے سے پہلے آپ ہی تشریف نہ لاسکے۔ ابھی جلسہ کی کارروائی شروع نہوئی تھی کہ طلباء دار العلوم نے **ناراضگی** کا اظہار کر دیا۔ اور یہ ناراضگی ایسا رنگ اختیار کر چکی تھی کہ قریب تھا کہ **سٹرائک** ہوجاتا اس ناراضگی کی وجہ تھی کہ طلباء کی نشست کے متعلق نہایت بیہودہ جھگڑا ناظمان جلسہ نے کر دیا۔ وہ طلباء جنھیں قوم کے سامنے ایک خاص اعزاز سے پیش کرنا چاہئے تھا انکو جلسہ میں ایسی جگہ بیٹھنے کے لئے اجازت دی گئی جہاں سے وہ جلسہ کی کارروائی کو پورے طور پر نہ سن سکیں۔ طلباء کی شکایت معقول تھی آخر خدا خدا کر کے یہ فتنہ فرو ہوا اور جب دیکھا کہ جلسہ میں حاضری بہت کم ہے تو مجبوراً انھیں طلباء کو اجازت دینی پڑی کہ وہ ہال میں آکر بیٹھیں۔ سید رشید رضا صاحب ہال میں داخل ہوئے تو تمام حاضرین کو ان کی تعظیم کے لئے اُٹھنا پڑا۔ اور جلسہ کی کارروائی کا آغاز قرآن مجید کی تلاوت سے ہوا اسلامی کے بعض جلسوں میں عموماً اور ندوۃ العلماء کے جلسہ میں خصوصاً یہ تماشا ہوا کرتا ہے کہ قرآنمجید کی تلاوت کے لئے بھی چند منٹ

تلاوت قرآن کریم گنجائش کے لئے رکھے جاتے ہیں مرثیہ خوانی اور بادخوانی کے لئے تو گھنٹے نکال لئے جاتے ہیں اور قرآنمجید کے لئے صرف چند منٹ۔ اور وہ بھی اس غرض سے کہ کوئی شخص کھڑا ہو کر چند آیات تلاوت کر دے۔ قرآنمجید کے ہجر کا یہ ایک نمونہ ہے جس پر انشاء اللہ العزیز مفصل بحث سفرنامہ میں ہوگی مولوی عبد الحی صاحب نے اعلان کیا کہ اب سید عبد الحق صاحب حقی بغدادی قرآن کریم کی تلاوت کرینگے۔ حاضرین جلسہ تعظیماً کھڑے ہو جائیں۔ مگر خدا جزائے خیر دے

سید بغدادی کو

کہ اس نے نہایت جرأت اور حوصلہ سے کہا کہ **قرآن مجید کی تعظیم محض کھڑے ہونے کے نہیں ہے** کہ اس سے کچھ نہیں بنتا۔ قرآن مجید کی حقیقی تعظیم اس پر **عمل کرنا ہے**۔ چنانچہ اس بات کو سن کر اب سب طرف سے مرحبا کے نعرے بلند ہوئے۔ اور مولوی عبد الحق صاحب نے قرآن کریم کی چند آیات مختلف مقامات سے نہایت عجیب انداز اور جوش سے تلاوت کیں۔ انتخاب مناسب موقعہ تھا۔

پہلی تقریر قرآن کریم کی تلاوت کے بعد استقبالی کمیٹی کے صدر انجمن آنریبل سر راجہ تصدق رسول خان بہادر کے سی۔ ایس۔ آئی۔ تعلقدار جہانگیر آباد کی تقریر تھی۔ مگر وہ تشریف نہ لائے۔ اسطرح جلسہ کا آغاز جیسے بوقت یا بعد از وقت ہوا۔ اسطرح یہ پہلی بد نظمی پروگرام میں ہوئی۔ اس لئے اس کی کو مسٹر ممتاز حسین صاحب بیرسٹر نے پورا کیا۔ ان کی تقریر نہایت مختصر تھی۔ اور میں بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ استقبالیہ کمیٹی کی صدارت کی تقریر سے اس کا **کچھ تعلق نہ تھا**۔ چند منٹ کے اندر یہ تقریر ختم ہوئی تو ہال **تالیوں** سے گونج اٹھا

تالیاں بجانا

میرا خیال تھا کہ اس اسلامی جلسہ میں کم از کم اس پر اظہار ناراضگی کی صدا بلند ہوگی۔ مگر میری حیرت کی حد نہ تھی جبکہ میں نے دیکھا کہ علماء کے منہ پر بھی مہر سکوت لگی ہوئی ہے۔ آخر میں خود اُٹھا اور میں نے کہا:-

صاحبان! کس قدر افسوس اور شرم کا مقام ہے کہ ایک اسلامی جلسہ ہو۔ ایک ایسی جماعت کی طرف سے ہو جو علماء کی جماعت کہلاتی ہو جو علماء پیدا کرنیکی مدعی ہو اور جس کی غرض و غایت ایسے نوجوان پیدا کرنا ہو جو اسلامی علوم کے سچے وارث، اور سچے مسلمانوں کا عملی نمونہ ہوں مگر اس کے جلسہ میں اس طریق اظہار مسرت کا استعمال ہو جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ کیا اسلام نے اظہار مسرت کے لئے کوئی طریق نہیں بتایا؟ پھر کیوں اسے چھوڑ کر یورپ کو اپنا امام بناتے ہو۔ تمہاری ترقی کا مدار یورپ کی اتباع پر نہیں بلکہ قرآن کی اتباع اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو امام بنانے پر ہے۔ اس طریق کو کم از کم اس اسلامی جلسہ کی حیثیت سے ہی چھوڑ دو۔ اور مہربانی کر کے تالیوں کی بجائے مرحبا۔ جزاک اللہ کہو۔ یا درود شریف پڑھو

میرے اس کہنے پر پنڈال میں تھوڑی دیر کے لئے سناٹا ہو گیا اور عام رائے اس کے حق میں تھی۔ بلکہ ایک مولوی صاحب نے یہ بھی کہا کہ تالیاں بجانا عورتوں کا کام ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے اجلاس میں یہ سلسلہ بند رہا اس کے بعد مولوی شبلی صاحب نے صدر انجمن کے انتخاب کے لئے تقریر کی اور سید رشید رضا کو ندوۃ کے اس اجلاس کا صدر تجویز کیا جس کی عام تائید ہوئی۔

صدر انجمن کے انتخاب کے بعد سید رشید رضا نے اپنی تقریر شروع کی یہ عربی زبان میں تھی۔ سید رشید رضا نہایت بے تکلف اور سلاست سے کلام کرتے تھے۔ ان کے بیان میں روانی جوش اور تسلسل خوب تھا۔ گو ان کی تقریر کو صرف چند آدمی سمجھ سکتے تھے مگر ان کے لب و لہجہ کا اثر حاضرین پر پڑتا تھا۔ آخر میں جب اُنھوں نے دیکھا کہ ہمارے احباب خصوصیت سے ان کی تقریر کو سمجھ رہے ہیں تو اُنھوں نے ان کی طرف ہی اپنی تقریر کے اکثر حصہ میں رُخ رکھا یہ تقریر ہمارے لئے نئی نہ تھی۔ جو کچھ اُنھوں نے بیان کیا اس سے بہت زیادہ خدا کے فضل سے ہم **قادیان** میں سُن چکے تھے۔ جیسا کہ ناظرین کو اس تقریر کے مطالعہ سے معلوم ہوگا۔

اس کے بعد دو تین خطوط اور تاروں کا مضمون سنایا جانا تھا جو دوسرے اجلاس میں سُنایا گیا (جو بعض بزرگان قوم نے عدم شمولیت جلسہ کی وجہ سے اظہار افسوس یا کامیابی جلسہ کی دُعا کے لئے دیئے تھے) یہ ایک رسم ہے جو مسلمانوں کے جلسوں میں پوری کیجاتی ہے اور بجائے کوئی کام کی بات کرنے کے ان لغویات میں وقت ضائع کیا جاتا ہے۔ ایک شخص اگر نہیں شامل ہو سکا تو اس کے خط پڑھ دینے سے کیا فائدہ ان تاروں اور خطوط کے بعد **تجویز بافی** کا موقعہ تھا۔ چنانچہ وہ شروع ہوا۔

تجویز بافی اور انجمنیں

یہ بھی ایک رسم ہوگئی ہے کہ ایسے موقعوں پر کچھ ریزولیوشن پہلے سے تجویز کرلئے جاتے ہیں اور ان کے محرک اور موید تجویز پا جاتے ہیں اور اس رسم کو پورا کرنے کے لئے اس جلسہ میں وہ ریزولیوشن پیش ہونے شروع ہوتے ہیں چنانچہ ندوۃ اس فن میں دوسری انجمنوں سے کب پیچھے رہ سکتا ہے۔ پہلا ریزولیوشن ینبوع اور جدہ کے محاصرہ کے متعلق شکریہ کا پیش ہو کر پاس ہوا اور اس کے ساتھ پہلا اجلاس ختم ہوا ۳ بجے سے ۵ بجے تک تھا۔

دوسرا اجلاس

اس اجلاس میں اظہار افسوس اور اظہار مبارکباد کی تجویزوں کو نکال کر دو کام کی باتیں تھیں۔ ایک **تعطیل جمعہ** کی درخواست۔ دوسرے ترجمۃ القرآن انگریزی کی رپورٹ اور یہ دونوں امور مولوی شبلی صاحب نے پیش کئے۔ الحکم کے ناظرین جانتے ہیں کہ تعطیل جمعہ کی درخواست وہی درخواست ہے جو حضرت مسیح موعود و مہدی مغفور نے ۱۸۹۶ء میں پیش کی تھی۔ اور اس پر بعض ناعاقبت اندیش مخالفوں نے سخت مخالفت کی۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے جانشین اور خلیفہ بلا فصل حضرت امیر المومنین مولوی نورالدین صاحب نے اس تجویز کا احیاء کیا۔ اور اب مسلمانوں نے اس کی ضرورت کو محسوس کیا اور اپنے عمل سے بتا دیا کہ مہدی نے جو کہا تھا

یاد آئینگے تمھیں میری سخن میرے بعد

بالکل درست تھا۔ بہرحال تعطیل جمعہ کا ریزولیوشن پیش ہوا اور پاس ہوا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

جملہ معترضہ کے طور پر مجھے ایک غلط فہمی کا ازالہ کرنا ہے جو مجھے قادیان آکر معلوم ہوئی۔ یہاں یہ مشہور ہوا ہے اور نہ صرف یہاں بلکہ بعض دوسرے شہروں میں بھی کہ حضرت صاحبزادہ مرزا **بشیر الدین محمود احمد** صاحب (جو مدارس اسلامیہ کے معائنہ کے لئے ایک وفد کے امیر ہو کر گئے تھے اور ندوۃ کے جلسہ میں موجود تھے) کے لئے ندوہ کے اجلاس میں ایک لیکچر کی کوشش کی گئی جسکو ناظمان ندوہ نے منظور کر دیا۔ اگر اس قسم کی کوئی کوشش ہوتی اور ناظمان ندوہ سے ہمیں اسی قسم کا جواب ملتا تو بجز اس کے کہ ناظمان ندوہ کی تنگ دلی کا اظہار ہوتا اس سے اور کوئی نتیجہ مترتب نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن تعجب تو یہ ہے کہ جبکہ سرے سے اس قسم کی کوئی تحریک ندوۃ کے جلسہ میں ہوئی ہی نہیں تو پھر اس قسم کی افواہوں کا پیدا ہونا ضرور افسوسناک ہے۔ اس سے خود ندوہ کے ناظموں کی ذات پر حملہ ہوتا ہے کہ وہ ایسے بد اخلاق اور کم حوصلہ ہیں کہ ایک طرف تو کل فرقوں کو ملانے کی کوشش کرتے ہیں۔ دوسری طرف

وہ ایسی سبکسری سے کام لیتے ہیں۔ لیکن میں اس افواہ کی بزور اور بلا خوف تردید تردید کرتا ہوں ہرگز ہرگز صاحبزادہ صاحب کی تقریر کے لئے ناظمان ندوہ سے کوئی درخواست نہیں کی گئی۔ جسکو اُنھوں نے رد کیا ہو۔ ہاں جمعہ کی تعطیل ریزولیوشن کی ضرورتاً تائید مزید کے لئے صاحبزادہ صاحب سے پرائیوٹ طور پر استصواب ہوا۔ اور صاحبزادہ صاحب نے منظور کر لیا تھا۔ لیکن اس کے لئے نہ وقت تھا اور نہ ضرورت

ندوہ کے جلسہ کی روئدادیں اخبارات میں شائع ہوتی ہیں۔ اور ان اخبارات میں شائع ہوتی ہیں جو سلسلہ کے دشمن ہیں۔ مگر کسی میں یہ واقعہ نہیں چھپا۔ اس لئے میں ندوہ کے ناظموں کے دامن کو اس تنگ خیالی اور کم ظرفی کے داغ سے جو اس افواہ کے پھیلانے سے لگایا گیا ہے پاک قرار دیتا ہوں اور یہ اتہام ہے جو ان پر لگایا گیا ہے۔

تیسرا اجلاس

تیسرا اجلاس مذہب وعظ کا تھا۔ اس حصہ میں ناظمان جلسہ میں سے کوئی موجود نہ تھا گویا یہ سمجھا گیا تھا کہ یہ ایک بیہودہ کام ہے جس کے لئے انھیں اپنا وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں۔ مولوی عبدالکریم صاحب نے عجیب وغریب وعظ بیان فرمایا اور اسطرح جلسہ کا پہلا دن ختم ہوا۔

ناظرین اس امر کو نوٹ کر لیں کہ میں صرف جستہ جستہ حالات لکھ رہا ہوں۔ تفصیلی حالات کے لئے وہی سفرنامہ ہے جس کی توفیق خدا تعالیٰ نے دی تو لکھا جائیگا۔ وباللہ التوفیق

دوسرا دن

ندوۃ العلماء کے دوسرے دن کے اجلاس میں سب سے اول مولوی سید سلیمان صاحب نے تصحیح اغلاط تاریخی کی رپورٹ پیش کی۔ سید سلیمان صاحب کی کوشش اور محنت قابل قدر تھی جو خدمت ندوہ نے ان کے سپرد کی تھی اُنھوں نے نہایت کوشش و محنت سے اسے پورا کیا۔ اور میرا خیال ہے کہ سید سلیمان صاحب ایک قابل قدر نوجوان ہے۔ اُنھوں نے بعض درسی کتب مثل مارسڈن صاحب کی ہسٹری میں سے وہ انتخاب پیش کئے جو اسلام کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن کریم کے متعلق نہایت غلط فہمی پھیلانے والے تھے اور ایک مسلمان بغیر سخت رنج اور غصہ کے انکو نہیں پڑھ سکتا۔ اسباب میں ندوہ نے جو کوشش کی ہے وہ قابل شکرگذاری ہے۔ یوپی کے صیغہ تعلیم نے ان غلطیوں کی اصلاح کا وعدہ کر لیا ہے۔ سید سلیمان صاحب نے اپنی تقریر میں اس امر کا اظہار بھی کیا کہ محض غلطیوں کی اصلاح ہی ہمارا کام نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ ہم کو ہندوستان کی اسلامی تاریخ خود لکھنی چاہئے۔ اور اس کو داخل نصاب کرانا چاہئے یہ رائے بھی سید صاحب کی وزندار اور قابل عملدرآمد ہے

سید سلیمان صاحب کی اس تقریر پر سید رشید رضا صاحب نے بحیثیت پریسیڈنٹ عمدہ ریمارک کئے۔ اور اُنھوں نے بتایا کہ یورپین لوگوں نے جو اسلام پر اعتراض کئے ہیں ان میں سے بعض نے تو محض سوء الفہم سے کئے ہیں اور بعض نے بدنیتی سے۔ رشید رضا کی تقریر حسب معمول عربی میں تھی اس موقعہ پر بعض لوگوں کو خیال گذرا کہ جس حال میں سید سلیمان صاحب کی تقریر اردو میں تھی اسپر تنقید فی الفور کرنے کا کام جو سید رشید رضا نے کیا ہے کیا اسکی وجہ یہ نہیں کہ وہ دراصل اردو سمجھتے ہیں۔ مگر عمداً کہتے ہیں کہ نہیں جانتا۔ بہرحال ان کی تنقید عمدہ تھی ان کی تقریر کے بعد شبلی صاحب نے ندوہ کی ضرورت پر ایک مبسوط تقریر کی اور ندوہ کی ناتمام عمارت کے لئے چندہ کی درخواست کی جس پر معقول چندہ ہوا اس کے بعد شبلی صاحب نے وقف علی الاولاد کی کارروائی سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ ابتک جو کام اس سلسلہ میں ہوا ہے وہ حوصلہ افزا ہے۔ اور مرزا ہادی صاحب رسوا کی نظم پر اس اجلاس کا خاتمہ ہو گیا۔ جو عجیب انداز پڑھی گئی تھی۔

اس تاریخ کے دوسرے اجلاس میں مولوی سید سلیمان صاحب نے جدید عربی الفاظ کی ایک ڈکشنری پیش کی اور عربی زبان کے متعلق ان کی تقریر ویسی ہی محققانہ تھی جیسے صبح کے اجلاس میں تصحیح واقعات تاریخی کے متعلق مجھے پھر ایکبار کہنا چاہئے کہ یہ نوجوان اپنے فرض کو شناخت کرتا اور اپنے اندر کام کرنے کی قابلیت رکھتا ہے۔ چونکہ اس کتاب اور تصحیح تاریخ کے متعلق سید سلیمان صاحب کی تقریر پر انشاء اللہ میں کسیقدر بسط سے لکھونگا یہاں اسیقدر ذکر کافی ہے۔

اس کے بعد ایک ریزولیوشن حیدرآباد دکن کے اماموں اور خطیبوں کے متعلق پیش ہوا۔ کہ ان کی مذہبی تعلیم کا انتظام ریاست کیطرف سے کیا جاوے۔ اس ریزولیوشن پر مختلف تقریریں ہوئیں اور درمیان میں بعض موقعوں پر کچھ نوک جھونک بھی علماء اور انگریزی خوانوں کے درمیان ہوئی۔ بعض اوقات معاملہ حد سے بڑھ جاتا تھا۔ بہرحال خیر و خوبی سے آج کے دونوں اجلاس ختم ہوئے رات کو مولانا آزاد کا وعظ رکھا گیا تھا مگر وہ وقت ہمارے مکرم بھائی خواجہ کمال الدین صاحب کو دیا گیا

خواجہ صاحب کا لیکچر

خواجہ صاحب نے جو لیکچر ۵ اپریل سنہ ۱۹۱۲ء کو انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ میں پڑھا تھا وہی ندوہ کے اجلاس میں دوہرایا۔ اور نہایت قابلیت سے دوہرایا۔ خواجہ صاحب کے لیکچر کے متعلق ایک دقت بھی شبلی صاحب اور اُن کے بعض دوستوں کو پیش آئی وہ یہ تھی کہ کسی شخص نے **مولود** کے لئے ایک رقم ندوہ کو دی تھی اور اس غرض کے لئے مولوی عبدالحمید صاحب علماء فرنگی محل میں سے ایک قابل بزرگ کو بلایا گیا تھا۔ پرانے فیشن کے لوگ چاہتے تھے کہ پہلے مولوی صاحب کا وعظ ہووے اور نوجوان چاہتے تھے کہ پہلے خواجہ صاحب کا لیکچر ہو جاوے۔ بالآخر مولوی عبدالحمید صاحب کو اس جلسہ کا صدر قرار دیکر خواجہ صاحب کا لیکچر ہوا اور نہایت قابلیت سے ہوا۔ اس لیکچر کا خلاصہ میرے مکرم

مخدوم مولانا الکمل نے الحکم کے گذشتہ پرچہ میں دیدیا ہے
مجھے افسوس ہے کہ یہ غلط خیال بعض کے دل میں ہے

کہ اشاعت اسلام نیومیریکل سٹرینگتھ بڑھانے کے لئے تھی یا مسلمانوں کو اشاعت اسلام اس لئے کرنی چاہئے۔ مجھے اس صاف گوئی کے لئے معاف رکھا جاوے۔ اشاعت اسلام کے اندر یہ پولیٹیکل سٹر مخفی نہیں ہے اور نہ اہل اسلام نے اس غرض کیلئے کبھی اشاعت اسلام کے کام کو اختیار کیا۔ اسطرح ہم اشاعت اسلام کے کام کو مشکوک کر دینگے۔ تھوڑی دیر کے لئے اس سے وہ نوجوان جو پولیٹیکل پلیٹ فارم پر آنے کو ہی اپنی زندگی کا مقصد اعلیٰ سمجھتے ہیں خوش ہو جائینگے مگر اس کے نتائج اسلام اور اہل اسلام کے حق میں مضر ہیں۔ گویا ہم گورنمنٹ کو اپنی اشاعت اسلام کی تحریک کو خوفناک رنگ میں دکھانا چاہتے ہیں یا اسکو از کم موقعہ دیتے ہیں کہ وہ مشکوک نگاہوں سے اسکو دیکھے۔ اشاعت اسلام کی یہ غرض نہ کبھی تھی اور نہ ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی نے بھی **اشاعت اسلام** کی اس علت کو نفرت کی نظر سے دیکھا ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح نے ایک خطبہ میں لاہور کے ایک وہ یہ کے واقعہ کو بیان کر کے بتایا کہ اس نے خواہش کی تھی کہ صرف مردم شماری میں مسلمان لکھوایا جاوے تو پولیٹیکل حقوق مل جاویں حضرت مسیح موعود نے انکو سخت نفرت کی نظر سے دیکھا تھا اس لئے اس غلطی کا ارتکاب مسلمانوں کو نہیں کرنا چاہئے۔ اسلام اس لئے پھیلایا جاتا ہے کہ وہ دنیا میں پھیلا **امن اور سلامتی پھیلانیوالا دین ہے**۔ اسلام اس لئے پھیلایا جاتا ہے کہ وہ عظیم الشان اخوت اور محبت پیدا کرتا ہے۔ اسلام اس لئے پھیلایا جاتا ہے کہ دنیا کے لئے رحمت ہے۔ اسلام اس لئے پھیلایا جاتا ہے کہ مسلمانوں کا مذہبی فرض ہے کہ وہ جس چیز کو اپنے لئے پسند کریں اپنے بھائیوں کے لئے بھی اسے پسند کریں۔ اسلام اس لئے پھیلایا جاتا ہے کہ اس کے لانیوالا کل نوع انسان کیطرف رسول ہوکر آیا ہے۔ غرض اشاعت اسلام کے سوال کو کسی پولیٹیکل تحریک یا نیومیریکل سٹرینگتھ سے تعلق نہیں گو یہ امر دیگر ہے کہ جوں جوں اسلام پھیلیگا اس کے ماننے والوں کی تعداد بڑھیگی۔ لیکن جوں جوں یہ تعداد بڑھیگی اور سچے مسلمان پیدا ہونگے جیسا کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا منشا ہے اسیقدر دنیا میں ایک امن اور سکون کی لہر چلیگی بعض یورپین مدبروں نے جو اسکو ایک خطرہ سمجھ رکھا ہے یہ ایک غلط خیال ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی تو اسپر بھی دل کھول کر بحث اس سفرنامہ میں کر سکونگا۔

غرض خواجہ صاحب کا لیکچر اور مولوی عبدالحمید صاحب کے وعظ پر جو نہایت عمدہ قابل عمل تھا اس دن کی کاروائی ختم ہوئی۔

ندوۃ العلماء کے جلسہ کا آخری دن

ندوہ کے اجلاس کے آخری دن میں کوئی زیادہ قابل ذکر بات بجز اس کے نہیں ہوئی کہ شبلی صاحب نے حفاظت اسلام کے متعلق ایک تحریک کی۔ تعجب ہے شبلی صاحب نے اس بھرے مجمع میں تو یہ تحریک کی۔ لیکن جب ہم ان کے مکان پر انسے ملے اور ان اعتراضات کا جو قرآن کریم پر آریہ یا عیسائی یا انگریزی خواں مسلمان کرتے ہیں ذکر کیا اور ان کی تحقیقات معلوم کرنی چاہی تو آپ نے فرمایا اس کا فکر مت کرو جو مرتد ہوتا ہے ہونے دو یہ **ماؤف عضو ہیں ان کو کاٹ دو جو شخص اسلام پر شبہ رکھتا ہے اسکو الگ کر دو**۔ یہ دورنگی ہماری سمجھ سے بالا تر ہے۔ اس اجلاس میں طلبائے ندوہ نے تقریریں کیں۔ ایک نوجوان کو بھاشا میں تقریر کرنے کے لئے کھڑا کیا گیا جسنے راجہ رامچندر کا قصہ سنانا شروع کیا ایڈیٹر الحکم نے شبلی صاحب کو توجہ دلائی کہ آپ مہربانی کر کے اس قصہ کہانی کو چھوڑ کر اسے روح۔ مادہ کے انادی یا غیر انادی ہونے پر گفتگو کرنے کی تحریک کریں جب یہ کہا گیا تو وہ دوان صاحب چپکے سے بیٹھ گئے

اشاعت اسلام کے لئے کچھ لڑکے طیار کئے جاتے ہیں۔ ان کو عربی لباس جلسہ میں پہنایا گیا تھا۔ چھوٹے چھوٹے لڑکے تھے انھوں نے جو کچھ بیان کیا اچھا کیا۔ عربی زبان میں تقریر کرنے کے لئے مولوی عبد الماجد صاحب طالب علم درجہ تکمیل کو کھڑا کیا گیا جسنے اپنی بساط کے موافق بیان کرنے کی کوشش کی اس کے علاوہ مرنے والوں کے لئے دعاء خیر اور جلسہ میں خدمت کرنیوالوں کا شکریہ اور صدر جلسہ کا شکریہ ادا کیا گیہ اس شکریہ میں بعد اردو زبان میں **شبلی** صاحب نے کیا اور اسکو عربی میں سید سلیمان صاحب نے بیان کیا۔ ایک عجیب بات مجھے معلوم ہوئی اور وہ یہ ہے کہ سید صاحب نے فرمایا کہ

مصر اسلام کا قبلہ و کعبہ ہے

میں اس جملہ کا مطلب اس وقت تک نہیں سمجھتا۔ رشید رضا نے نہایت درد آمیز لہجہ میں اس شکریہ کا جواب دیا۔ اور خوب دل کھول کر تقریر کی۔ اور بالآخر جلسہ ختم ہوا۔ ہم دار العلوم ندوہ سے اٹھکر امین آباد پارک میں آگئے۔

اور ۹ اپریل سے ہم نے مدارس کے دیکھنے کا کام شروع کیا اور علماء سے ملنے کا وقت نکالا۔

لکھنؤ کے مدارس کا معائنہ

لکھنؤ کے مدارس کے معائنہ میں ہم نے دار العلوم ندوہ اور علماء فرنگی محل کے مدارس دیکھے اور دار العلوم کے اساتذہ اور علماء فرنگی محل سے ملنے کا موقعہ ملا علماء فرنگی محل کا مدرسہ جو مولوی **عبد الباری** صاحب کے زیر اہتمام جاری ہے دار العلوم ندوہ کے مقابلہ میں نہایت قابل قدر اور وہاں کے علماء ایثار۔ سادگی اور وسعت معلومات کے لحاظ سے ندوہ کے مقابلہ میں بڑھے

ہوئے ہیں۔ مدارس کے مقابلہ اور وجوہات ترجیح ایک جداگانہ مضمون ہے جو یہاں نہیں لکھا جاسکتا

حضرت صاحبزادہ صاحب کا لیکچر

۹ر اپریل کو حضرت صاحبزادہ صاحب کا ایک لیکچر قیصر باغ کی بارہ دری واجد علیشاہ مرحوم میں ہوا۔ اس لیکچر کا اشتہار نہایت تنگ وقت میں شائع کیا گیا تھا اور لیکچر **خصوصیات سلسلہ پر** ہونیوالا تھا۔ بہت تھوڑے لوگ اس جلسہ میں شامل ہوئے فرنگی محل کے مدرسہ کے بعض طالبعلموں نے آکر شور بھی ڈالا۔ پھر بھی یہ جلسہ نہایت کامیابی کے ساتھ ہوا۔ حافظ روشن علی صاحب نے بھی ایک تقریر کی۔ اور ایڈیٹر الحکم نے افتتاحی اور آخری تقریر مختصر الفاظ میں کی۔ اس جلسہ سے ہمیں یہ اندازہ کرنے کا موقعہ مل گیا کہ لوگ سلسلہ کی باتیں سُننے کو طیار ہیں۔ کیونکہ اس کے بعد لکھنؤ کے جس محلہ اور حصہ سے ہم لوگ گزرتے تھے لوگ دریافت کرتے تھے کہ پھر لیکچر کب ہوگا۔ اور شہر کے بعض روساء سے جو ہمیں ملنے کا موقعہ ملا اور اُن کو تبلیغ کرنیکا اتفاق ہُوا تو اُنھوں نے حوصلہ کے ساتھ ان باتوں کو سُنا۔ لکھنؤ کے مدارس کو دیکھ کر اور علماء سے ملکر اور بعض قابل دید مقامات کو دیکھ کر حضرت صاحبزادہ صاحب بنارس تشریف لے گئے اور قاضی سید امیر حسین صاحب اور مولوی سید روشن علی صاحب کے ہمراہ خاکسار ایڈیٹر الحکم کانپور کو چلے گئے۔

سید رشید رضا سے ملاقات

غالباً ناظرین کو خیال ہوگا کہ ہم سید رشید رضا سے ملے یا نہیں۔ اس کا جواب مختصر الفاظ میں یہ ہے کہ ہمیں سید رشید رضا سے ملنے کا موقعہ ملا۔ انکو حضرت اقدس کی تمام عربی تصانیف پیش کیگئیں اور بالآخر اس پر اتمام حجت کیا گیا۔ اس کے ملنے میں بعض مشکلات پیدا ہوئیں۔ لیکن آخر موقعہ مل گیا۔

اس سے کیا گفتگو ہوئی اور علماء لکھنؤ سے ملاقاتوں کے وقت کیا کیا تذکرے ہوئے ان کی تفصیل کا لطف انشاء اللہ سفرنامہ میں آئیگا۔

لکھنؤ میں سلسلہ کا کام

لکھنؤ میں اشاعت سلسلہ کا کیا کام ہوا اس کا مختصر تذکرہ قیام لکھنؤ کے حالات کو ختم کرتا ہے۔ دار العلوم ندوہ کے ایام قیام میں مختلف لوگوں کو زبانی تبلیغ کے علاوہ استفتا جو حقیقۃ الوحی کا ضمیمہ ہے تقسیم کیا گیا۔ اور اکثر لوگوں کے ساتھ سلسلہ کے امتیازی مسائل پر مذاکرہ ہوتے رہے۔ لکھنؤ میں ایک پبلک لیکچر ہُوا دو خطبوں میں تقریریں ہوئیں۔ مختلف لوگ مکان پر آکر سوالات کرتے رہے اور ان کا جواب دیا جاتا رہا۔ علماء سے ملنے پر ان کے شکوک سُنے اور ان کا جواب دیا گیا۔ اخبار الحکم کی دو سو کاپیاں ندوہ کا نمبر اور گزشتہ سال کے دیگری نمبر کی تقسیم کی گئیں۔ ایک معزز غیر احمدی نے گریہ میں تبلیغ کے لئے بلایا مگر وہ وقت پر نہ پہنچ سکے اس لئے وہاں جانا نہ ہوسکا۔

لکھنؤ کی احمدی جماعت

لکھنؤ کی احمدی جماعت بہت مختصر ہے۔ مولوی مرزا کبیر الدین احمد صاحب اس کے سکرٹری ہیں۔ اور وہ سلسلہ کی اشاعت کرتے رہتے ہیں۔ وہ تو لکھنؤ کے باشندے ہیں۔ دوسرے احباب باہر سے آئے ہوئے ہیں جلسہ کے بعد کے ایام میں ہم انجمن کے مہمان رہے فرداً فرداً سب کا شکریہ مشکل ہے اس لئے سب کے لئے دعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے نیک ارادوں میں کامیاب کرے۔

کانپور ۱۲ر اپریل کو ہم کانپور پہنچے۔ اور بابو معراج الدین صاحب انسپکٹر صفائی (جو ہیرامن کے پردہ میں رہتے ہیں) کے مکان پر جا اُترے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اعجازی نشانات میں سے وہ اخوت بھی ہے جو مسلمانوں میں سے کم ہوگئی تھی۔ ایک احمدی جب کسی جگہ جاتا ہے اور وہاں کسی دوسرے احمدی کو پاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ مسافر نہیں بلکہ اپنے گھر میں ہے۔ اسطرح پر سفر کی کوفت اور وحشت سراسر دور ہو جاتی ہے۔ بابو معراج الدین کے ساتھ ہی ڈاکٹر سید غلام غوث وٹرنیری انسپکٹر رہتے ہیں اُنھوں نے تین مہینے کی رخصت لی تھی گر وہ ہمارے انتظار میں ابھی ٹھہرے ہُوئے تھے پاس ہی سید حکیم قربان حسین صاحب رہتے تھے گویا ہم احمدی محلہ میں جا ٹھہرے۔ البتہ بابو علی بخش صاحب اور [illegible] کسیقدر فاصلہ پر رہتے تھے مگر وہ بھی ہمارے قیام کانپور کے ایام میں اپنے اوقات ملازمت کے بعد ہمارے پاس رہتے۔ کانپور کی عام حالت وہاں کے مشہور مقامات اور تاریخی واقعات پر بحث کرنیکا یہ موقعہ نہیں کانپور ہمکو ۱۷ اپریل سنہ ۱۹۱۲ء تک صاحبزادہ صاحب کا انتظار کرنا پڑا۔ ۱۷ کو صاحبزادہ صاحب بھی پہنچے اور اسی تاریخ کو ہم نے کام شروع کردیا۔

ایک الہام

حضرت صاحبزادہ صاحب نے آتے ہی بیان کیا کہ مجھے راستہ میں ایک الہام ہوا ہے

انك تهدی من احببت

مدرسہ جامع العلوم

کانپور کا مشہور مدرسہ جامع العلوم ہے۔ یہ مدرسہ جامع مسجد میں واقع ہے۔ وہاں ہی طلباء کے رہنے کے لئے حجرے بنائے گئے ہیں جہاں وہ فرش پر سوتے ہیں۔ اس مدرسہ کا انتظام عملی طور پر ہمارے مکرم دوست خانصاحب محمد سعید خانصاحب مالک مطبع نظامی کانپور کے سپرد ہے۔ درس نظامی کے سسٹم پر یہاں تعلیم دیجاتی ہے۔ مولوی احمد علی صاحب اول مدرس ہیں۔ کچھ عرصہ گذرتا ہے مدرسہ میں کچھ نزاع بعض انتظامی امور کیوجہ سے ہوگیا۔ اور کچھ طلباء اور

53

مدرس وہاں سے چلے گئے۔ اور ایک جدید مدرس رکھ گیا اس مدرسہ کے انتظام اور طریقہ تعلیم وغیرہ کے دیکھنے کے بعد کسی دوسرے مدرسہ کے یہاں دیکھنے کی ضرورت بجز مدرسہ الٰہیات کے نہ تھی۔ خانصاحب نے اپنی ذات خاص کی طرف سے یا مدرسہ کیطرف سے ایک مختصر سی پارٹی ہم لوگوں کو دی اس موقعہ پر وہاں کے

مناظرہ یا تبادلہ خیالات

مدرس دوم نے جو بڑے فلسفی سمجھے جاتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق سلسلہ گفتگو شروع کیا اور سوال کیا کہ احادیث میں جو ابن مریم کا ذکر ہے اس سے مرزا صاحب کیونکر مراد ہو سکتے ہیں۔ ان کا نام تو مسیح ابن مریم نہیں۔ اس سوال کا نہایت لطیف جواب جناب حافظ روشن علی صاحب نے دیا۔ مگر بدقسمتی سے ان مدارس میں جو فلسفہ پڑھایا جاتا ہے اس کا نتیجہ ہے کہ طلباء میں ایسی قابلیت پیدا کریں کہ وہ کسی بات کو تسلیم نہ کریں بلکہ ہر امر کے رد کرنے کے دلائل پوچھیں اس لئے نا ممکن تھا کہ مولوی صاحب اسکو تسلیم کر لیتے۔ اس سوال و جواب کو اپنے موقعہ پر انشاء اللہ العزیز ہم درج کرینگے۔ جس روز ہم مدرسہ مذکور کے طریقہ تعلیم کو دیکھنے گئے ہیں اس روز حسن اتفاق سے مولوی احمد علی صاحب کے درس حدیث مشکوٰۃ میں نواس بن سمعان کی مشہور حدیث تھی اس کے متعلق جو نوشگافیاں جناب مولانا احمد علی صاحب نے فرمائیں وہ سے باید شنید کی مصداق ہیں۔ اور امید ہے ناظرین انہیں پڑھ کر محظوظ ہونگے۔ اور انہیں معلوم ہوگا کہ علماء کو کیا کیا مشکلات پیش آتی ہیں اور وہ ان سے کیونکر نکلنا چاہتے ہیں۔ بہرحال ہم خانصاحب کے شکرگذار ہیں کہ انہوں نے ہمیں پورے طور پر مدرسہ کے معائنہ اور ضروری واقفیت بہم پہنچانے میں کافی مدد دی

مدرسہ الٰہیات

مدرسہ جامع العلوم کے بعد ہم نے مدرسہ الٰہیات کانپور کا

دیکھنا ضروری سمجھا۔ کیونکہ یہ مدرسہ ایک قسم کا مشنری مدرسہ ہے۔ جہاں سے مبلغین اسلام پیدا کئے جاتے ہیں۔ یہ مدرسہ کانپور کے تاجران چرم کی عالی ہمتی کا نتیجہ ہے۔ جہاں دوسرے مدارس میں قرآن کریم کی تعلیم کی طرف گویا مطلق توجہ نہیں وہاں الٰہیات کے مدرسہ میں قرآن کریم پر بہت زور دیا جاتا۔ ہر چند طلباء کی تعداد بہت کم ہے مگر یہ کی بات ہے کہ یہاں وہی طالبعلم آتے ہیں یا کم از کم آسکتے ہیں جن کے دل میں اشاعت اسلام کے لئے جوش اور جذبہ ہوتا ہے۔ اس مدرسہ کے پروفیسر مولانا **آزاد سبحانی** ہیں جو ایک خلیق اور فلاسفر مزاج نوجوان ہیں۔ آجکل سنسکرت پڑھ رہے ہیں۔ چونکہ مدارس کے متعلق تفصیلی رائے ہم نے سفرنامہ میں ظاہر کرنے کا خدا کے فضل سے ارادہ کیا ہے اسلئے یہاں اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ یہ مدرسہ مغتنمات سے ہے۔ اور کانپور کے تاجران چرم مبارکباد کے قابل ہیں معائنہ مدرسہ کے وقت میں جناب سکرٹری صاحب مدرسہ مذکور ہمارے ساتھ رہے۔ جن کی مہربانی کے ہم شکرگذار ہیں

کانپور میں صاحبزادہ صاحب کا لیکچر

بنارس سے واپسی پر حضرت صاحبزادہ صاحب کی طبیعت ناساز تھی مگر کانپور کے احباب نے چاہا کہ ایک پبلک تقریر کریں۔ اگر صاحبزادہ صاحب یا ہم لوگ چاہتے تو کانپور میں آپ کے متعدد لیکچر ہو سکتے تھے۔ مگر چونکہ صاحبزادہ صاحب کو چار دن سفر بنارس میں صرف کرنے پڑے اور ان کی طبیعت بھی بنصیب اعدا درست نہ تھی اس لئے آپکا منشا کسی پبلک تقریر کا نہ تھا تاہم احباب کے بیحد اصرار پر آپ نے منظور کیا کہ وہ

خصوصیات سلسلہ عالیہ احمدیہ

جملہ معترضہ

پر پبلک تقریر کریں۔ اشاعت سلسلہ کے متعلق اس امر کی بہت بڑی ضرورت ہے کہ سلسلہ کے اصولوں کو کھول کھول کر بیان کیا جاوے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سلسلہ صاف کرنے کے لئے ضرورت ہے کہ ہماری پبلک تقریروں میں سلسلہ کا نام تک نہ آوے۔ حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور ۴-۵ مئی سنہ ۱۹۱۲ء کو یہ سوال پیش کیا گیا تو حضرت صاحب نے اسکو نہ صرف ناپسند کیا بلکہ اسکو ایک قسم کا نفاق بتایا۔ (اے خدا تو ہم سب کو نفاق سے محفوظ رکھ آمین)

حقیقت میں اس امر کی سخت ضرورت ہے کہ ہم اشاعت سلسلہ میں اگر اپنے عقائد اور اصولوں کو پیش نہ کرینگے تو لوگ اس سے کیونکر واقف ہونگے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں اس قسم کا ایک واقعہ پیش آچکا ہے جو ہمارے لئے حجت اور خضر راہ ہے۔ لاہور کے اخبار وطن نے ریویو آف ریلیجنز کی اشاعت کے متعلق ایک معاہدہ کرنا چاہا تھا کہ اس میں سلسلہ کا ذکر نہ ہو اس تجویز کو جس حقارت اور نفرت کی نظر سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیکھا تھا وہ ان خطوط اور تحریروں سے عیاں ہے جو سنہ ۱۹۰۵ء کے آخر اور سنہ ۱۹۰۶ء کے اوائل میں اخبارات اور میگزین میں شائع ہو چکی ہیں خود جناب مولوی محمد علی صاحب نے ایک مبسوط خط ایڈیٹر وطن کے نام لکھا تھا جس میں انھوں نے کھول کر بیان کیا تھا کہ "میں جو کچھ اس رسالہ میں لکھونگا اس میں اپنے عقائد کا پابند رہونگا اور یہ **منافقانہ کارروائی مجھ سے ہرگز نہ ہو سکیگی کہ اپنے عقائد کو چھپاؤں**" پھر آگے چل کر لکھا "میں چونکہ علیٰ وجہ البصیرۃ اس عقیدہ پر قائم ہوں اس لئے یہ ہرگز نہیں ہوگا۔ کہ اسلام کے فضائل اور اس کے خصوصیات کو بیان کرتے وقت میں اس بات کو چھپاؤں اور اس کا ذکر نہ کروں ایسا کرنا میرے نزدیک **وہی نفاق ہے** جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔ پھر آخر میں مولوی صاحب نے لکھا" کہ میں تو اس بات سے حیران ہوں کہ ان باتوں کو الگ کر کے جس کا ذکر